مطالباتِ دین اور فکرِ اقامتِ دین کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the demands of religion and stability of religion

Dr. Muhammad Imran Malik
Assistant Professor (Visiting) SZIC University of The Punjab
Baba Guru Nanank University, Nankana Sahib
Email: imranmalik.awan19@pu.edu.pk

Dr. Ifat Tahira
Lecturer and Aspire College Manawan Campus Coordinator
Email: iffatttahira@gmail.com

Ruqyya
Lecturer Govt. Benazir Shaheed Degree College for Women Bhagat Mandi Baha Din
Email: ruqyya09@gmail.com

Abstract

The role of Syed mududi(R.A)Allama Muhammad Asad and Dr Muhammad Hameedullah and others Muslim leaders to establish iqamat e Deen was commendable.The writings speeches and addresses of these leaders lead to the main point that iqamat e Deen is important pillar to fulfill the demands of deen.in the following Article the implementation of iqamat e Deen is demanded'so that Islam can be established at the global level with the Truth of the dominant system.By the implementation of this system,all our political, social,and economical problems can be solved easily and we will also get pleasure of Almighty Allah to follow the Quran and Sunnah.The research method used in Article descriptive.

Keywords: Iiqamat e Deen, Islamic system, global level, implementation

۱۹۲۴ء میں جب مطالباتِ دین کو پورا کرنے کی کوشش مدھم ہو گئی اور خلافتِ عثمانیہ کا سقوط ہوا، تب سے احیائی تحریکوں نے ایک بار پھر اقامتِ دین کے لیے کوششیں شروع کی۔ ان تحریکات کے اہم سرکردہ راہنماوں میں سے سید ابوالاعلی مودودیؒ، علامہ محمد اسد، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولانا امین احسن اصلاحی، حامد الانصاری غازی وغیرہ شامل تھے۔ ان شخصیات کی تحاریر، تقاریر اور تمام جدوجہد کا مرکزی نکتہ یہ رہا کہ مطالباتِ دین کو پورا کرنے کے لیے اقامتِ دین لازمی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس ضمن میں دو مشہورِ زمانہ پرچے بھی نکالے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے زور و شور کے ساتھ اقامت دین کا کام شروع کیا۔ عصرِ حاضر میں ان دونوں کی اہمیت پہلے سے بڑھ کر ہے۔ اس وقت پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور دیگر قریبی اسلامی ممالک اور جہاں مسلمان رہتے ہیں، ان ممالک میں اب اقامت دین کا کام کرنا قدرے آسان ہے۔ محدود خطہ اور آزادانہ ماحول

ہر تحریک کے لیے آسانی کے راستے پیدا کرتی ہے۔ ذیل کے سطور میں اقامتِ دین اور مطالبات دین کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مطالبات دین

جب تک ظالمانہ قوانین، سارے ابلیسانہ اصول اور سب کے سب غلط نظریۓ وتصورات ایک ایک کرکے اور گن گن کر ختم نہ کروائے جائیں۔ اس وقت تک مسلمان اقامت دین کے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اسلام کا مطالبہ صرف یہی ہے کہ وہ دینی اصولوں کے تحت پوری قوت کے ساتھ اقامت دین کی جدوجہد کرتے رہیں دین ایک روز میں ہو یا ہزار برس میں اس کی ذمہ داری ان پر نہیں بلکہ اللہ رب العلمین پر ہے۔ جدوجہد کرنے والے بہر حال اپنے فرض سے عہدہ برآ اور اجر عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کے بنیادی واجبات میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنی حکومت قائم کریں کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں دین کے بہت سے اجتماعی احکام پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ چونکہ انسانیت کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے اس کے بقاء وارتقاء کے قوانین بھی اسی نے بنائے ہیں اگر انسان اپنے خالق ومالک کے بنائے ہوئے قوانین وضوابط سے ہٹ کر زندگی کی گاڑی کو چلانے کی کوشش کرے گا تو وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ دین کو مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے[2(1)]۔

اقامت دین اور اس کی فرضیت کی انفرادی اور اجتماعی دو سطحیں ہیں۔ انفرادی طور پر اقامت دین سے مراد یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی ذات پر دین قائم کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اسے اللہ کی اطاعت میں دے دے یہ کام ہر فرد پر انفرادی لحاظ سے فرض ہے۔ کسی دوسرے فرد کے کرنے سے اس فرد سے اس کا مطالبہ ختم نہیں ہو سکتا البتہ ایک معاشرے اور ملک وریاست کی سطح پر اقامت دین کا معاملہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے اس میں امور سیاست، قضا، امن وآمان کا قیام اور امور سفارت ومعیشت وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس بات پر اگلے پچھلے تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ریاست وحکومت کی سطح پر "دین کا قیام" دین کے اہم فرائض میں سے ایک ہے۔ عظیم مورخ، فلسفی، فقیہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ خلیفہ کا تقرر فرض ہے کیونکہ اس کا وجوب شریعت سے، صحابہ وتابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی اس حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو، قضا کو، علوم دینیہ کے زندہ کرنے کو، ارکان اسلام کے قائم کرنے کو، بلاد اسلامیہ سے کفار کے بے دخل کرنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی دینی جدوجہد کا مرکزی نکتہ اسی دینی فریضہ

کو قرار دے کر کہتے ہیں۔ کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اقامت دین اور شہادت علی الناس کے لئے پوری طرح وقف کر دے (3)۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اقامت دین کو امت مسلمہ کے ہر ایک فرد کی ذمہ داری قرار دیتا ہے ۔صرف تبلیغ سے اقامت دین کا فریضہ انجام نہیں پاتا بلکہ اقامت دین کے کام کا آغاز اس نکتے سے ہوتا ہے ۔جہاں تبلیغ کا کام ختم ہو جاتا ہے وہ تبلیغ کو اقامت دین کی تمہید قرار دیتا ہے۔

سورۃ الشوریٰ میں اقامت دین کو انبیاء علیہ السلام کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے چونکہ ہم انبیاء کے وارث ہیں اس لئے بحیثیت وارث وہی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی بادشاہی و شہنشاہی کا پورے اخلاص و عقیدت ، یک رنگی و یکسوئی اور حسن سیرت و کردار سے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنا اور اس کے مطابق اللہ ہی کے قانون عدل و انصاف کو اللہ کی زمین میں اللہ کے بندوں پر پوری رواداری اور یقین و اطمینان کے ساتھ نافذ و جاری کرنے کا نام اقامت دین ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کہتے ہیں: "اقامتِ دین کے لئے خواہ آپ کو بھوکا رہنا پڑے؛ گولیاں کھانا پڑیں؛ مگر صبر و تحمل کے ساتھ کھلم کھلا اعلانیہ طور پر اپنی اصلاحی تحریک کو قانونی ضابطے اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے چلاتے رہیے۔"[4]

اقامت دین کا مفہوم

مولانا صدر الدین اصلاحی اقامت دین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اقامت دین'' کی اصطلاح دو لفظوں سے مرکب ہے ایک ''اقامت'' دوسرا ''دین''۔ اقامت کا لفظ عربی زبان سے مشتق ہے۔ جب یہ لفظ کسی ٹھوس چیز کے لئے بولا جائے، تو اس وقت اس کے معنی سیدھا کر دینے کے ہوتے ہیں، جیسا کہ سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ (5)۔

یعنی (دیوار ایک طرف کو جھک گئی تھی) اور گرا چاہتی تھی تو اس نے اسے سیدھا کر دیا۔

جب یہی لفظ کسی معنوی چیز کے لیے بولا جائے تو اس وقت اس کا مطلب پورا پورا حق ادا کر دینے کا ہوتا ہے یعنی جو کام بھی سپرد کیا جائے پوری توجہ اور کامل اہتمام کے ساتھ بہترین شکل میں انجام دے دیا جائے مولانا موصوف نے اس مفہوم کو ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں نماز کی اقامت کا حکم دیا گیا ہے ''اقامت'' کے اس مفہوم کے اعتبار سے نماز کی اقامت یہ ہوگی کہ اسے تمام ظاہری آداب و

شرائط اور سارے باطنی محاسن کے ساتھ ادا کیا جاتا رہے۔اگر اسی لفظ کو دین کے لیے استعمال کی جائے تو اس کا مطلب یہی قرار پائے گا کہ دین کے ماننے والے علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اس کے ماننے کا حق ادا کریں۔چونکہ "دین" کے لغوی معنی اطاعت کے ہیں جبکہ اصطلاحاً اس سے مراد اللہ کی بندگی کا وہ طریقہ اور انسانی زندگی کا وہ نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبرؑ کے ذریعے اس کے بندوں کو عمل درآمد کے لئے دیا گیا ہے۔"اقامت" اور "دین" کے مفہوموں کو سامنے رکھنے سے اقامت دین کا مفہوم بس یہی قرار پاتا ہے کہ دین پر ایمان رکھنے والے دین کے بنیادی تصورات، اصول اور احکام وہدایات سے باخبر ہوں اس کے مقصد و منشا کو جانتے ہوں انہیں معلوم ہو کہ وہ اس دنیا میں ان کی کیا پوزیشن ٹھراتا ہے ؟ان کے وجود کی کیا غایت مقرر کرتا ہے ؟اس غایت تک پہنچنے کے لئے کیا راہیں تجویز کرتا ہے ؟اُنہیں کن باتوں کے کرنے اور کن باتوں سے رکنے کا حکم دیتا ہے ؟غرض بحیثیت فرد اور بحیثیت جماعت وہ ان سے اس زمین پر کس طرح رہنے، کیا کرنے اور کیا بننے کا مطالبہ کرتا ہے گویا اقامت دین سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت کی ایک ایک ہدایت ہر عمل ہو، شریعت کا ایک ایک حکم نافذ ہو اور اصول دین پر حیات ملی کی عمارت کھڑی ہو۔دیکھنے والوں کو پورا ماحول قرآنی اور پورا معاشرہ ایک متحرک قرآن نظر آنے لگے جس طرح کوئی بلند قامت چیز سیدھی کھڑی کردینے سے بیک نظر دکھائی دیتی ہے بالکل اسی طرح پورا دین انسانی زندگی پر اس طرح غالب اور نافذ ہو جائے کہ وہ دور دور سے "دیکھ" اور "پہچان" لیا جائے[6]۔

گویا اقامت دین سے مراد محض اُس اسلامی قانون کا نام ہرگز نہیں ہے جو صرف عدالتوں کے ذریعے نافذ کیا جائے بلکہ اس سے مراد وہ پورا نظام ہے جو عقاید سے شروع ہو کر عبادات واخلاق اور معاملات زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے حضورؐ نے سب سے پہلے جس کام کی طرف سب سے زیادہ توجہ فرمائی تھی وہ لوگوں کا دلوں میں ایمان کی پختگی کا سبق تھا کیونکہ اقامت دین کا کام اس وقت تک انجام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اُس کے نافذ کرنے والے اور جن پر وہ نافذ کیا جارہا ہے وہ دونوں گروہ اس کے برحق ہونے پر صدق دل سے ایمان نہ رکھتے ہوں اقامت دین کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اسلام اچھے اور برے کا جو فرق واضح کرتا ہے، خیر و شر کا جو امتیاز دیتا ہے جو انسانی اقدار سکھاتا ہے آدمی ٹھیک ٹھیک اس کو سمجھ لے اور انہیں صحیح مان کر اختیار کرے اگر یہ اخلاقی حِس لوگوں میں موجود نہ ہو گی وہ شریعت پر راستی اور ثابت قدمی سے نہیں چل سکیں گے۔اقامت دین کے حوالے سے تیسری اہم چیز جو سمجھ لینے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ نظام انسانی زندگی کے پورے دائرے پر پھیلا ہوا ہے اس میں انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے انفرادی مسائل سے لیکر اجتماعی زندگی کے اہم ترین مسائل تک تمام امور زیر بحث آتے ہیں اسکے نفاذ کا مطلب جزوی نہیں بلکہ کلی ہوتی ہے یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں

یعنی تعلیم ، تہذیب ،ثقافت ، معیشت ، معاشرت ، تجارت ، تمدن ،سیاست ، عدالت غرض ہر پہلو پر حاوی ہے۔زندگی کے کسی حصے پر اس کو قائم کرنااور دوسرے حصوں کو اس سے آزاد قرار دیناکسی حیثیت سے بھی اقامت دین کی تعریف میں نہیں آتا۔اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ یہ ایک جامع تصور ہے اس کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور سارے پہلوؤں پر محیط ہے۔صرف مسجدوں میں دین قائم کرنایا چند مذہبی عقائد اوراخلاقی احکام کی تبلیغ کرنا اقامت دین نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گھر سے مسجد ، منڈی سے بازار، مکتب سے یونیورسٹی، تھانے سے لیکر چھاونی، نچلی سطح کی عدالتی ادارے سے لیکر سپریم کورٹ اور پارلیمنٹ سے ایوان وو زارت سفارت خانے تک حکومت الٰہیہ کا قیام اقامت دین کہلاتا ہے(7)۔

مولاناسید ابولاعلیٰ مودودیؒ اقامت دین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو لوگ اقامت دین سے مراد صرف چند رسوم عبادات کی ادائیگی لیتے ہیں نہایت سطحی رائے ہے اگر اسکی اصلاح نہ کر دی جائے تو یہ اگے بڑھ کر دین و شریعت کی اس تفریق تک جاپہنچے گی جس میں مبتلا ہو کر سینیٹ پال نے دین بلا شریعت کا نظریہ پیش کیا تھااور عیسی علیہ السلام کی امت کو تباہ کر دیا تھا قرآن مجید کو انکھیں کھول کر پڑھنے سے یہ بات صاف نظر آئے گی کہ یہ کتاب اپنے ماننے والوں کو ملغوبانہ حیثیت میں مذہبی زندگی بسر کرنے کا پروگرام نہیں دے رہی ہے بلکہ یہ علانیہ اپنی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے یہ اپنے پیروؤں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ دین حق کی فکری، اخلاقی، تہذیبی اور قانونی وسیاسی حیثیت سے غالب کرنے کے لئے جان لڑادیں(8)۔

مولانا مبشر احمد صاحب اقامت دین کا مفہوم واضح کرکے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی بادشاہی و شہنشاہی کا پورے اخلاص وعقیدت یک رنگی ویکسوئی اور حسن سیرت و کردار سے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنااور اس کے مطابق اللہ ہی کے قانون عدل وانصاف کو اللہ کی زمین میں اللہ کی بندون پر پوری رواداری اور یقین اطمینان کے ساتھ نافذ وجاری کرنا اقامت دین ہے(9)۔

سید مودودیؒ کے مطابق:"تمام ارکان اسلام توحید ورسالت؛ نماز؛روزہ،حج اور زکوٰۃ دین کے ارکان ہیں ان کو قائم کرنا اقامت دین کے لئے مطلوب ہے اور جہاد ان کو پورے نظام کے ساتھ قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اور اقامت دین کے لئے بھی مطلوب ہے"[10]

اقامت دین کی ضرورت

دین اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اس نعمت کی صحیح قدر شناسی ہی میں فلاح انسانی کا راز پوشیدہ ہے یہ کام گوکہ مشکل ہے تاہم مشکل سے زیادہ ضروری بھی ہے دین کی قدر شناسی صرف اس کے فضائل

گنوانا نہیں ہے۔ اور نہ اپنے ذوق سے اس کی صورت گری کرنے اور اپنے اجتہاد سے اس کی راہ و منزل متعین کرنے کا نام ہے بلکہ اس کی اصل قدر شناسی یہ ہے کہ اس کو اس کی اصل شکل میں دیکھا جائے۔ اس کے ساتھ فکری، علمی، جزباتی، غرض ہر پہلو سے نگاو پیدا کیا جائے۔[11]

اللہ رب العلمین حاکم تشریعی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی نعمتوں کے خزانے بہائے ہیں اس طرح انسان کی روحانی، اخلاقی اور تہدنی زندگی کے لیے کامل اور عدل وانصاف پر مبنی نظام حیات بھی عطا کیا ہے۔ جس میں زندگی کے ہر شعبے کے لئے قوانین اور ہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین ہر لحاظ سے کامل اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے ہر دور کے لئے موزوں اور مناسب ہے اس کے احکام و قوانین کسی خاص فرد یا قبیلے تک محدود نہیں بلکہ پورے نوع انسانی کے لئے مصلحت اور نجات ہر مبنی ہیں۔ اب یہ تصور کرنا کہ خدائے بزرگ وبرتر نے اپنے مقدس و معصوم انبیاء ورسل کے ذریعے عقائید وعبادات کے احکام نازل فرمائے ہیں۔ مگر معاشرتی، معاشی تمدنی اور سیاسی احکام و قوانین نازل نہ کیے ہوں اسلام پر درست یقین نہ رکھنے کے مترادف ہے۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَه عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا[12]

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

سورۃ الفتح میں یہی مضمون دیگر الفاظ کے ساتھ کچھ یوں آیا ہے۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَه عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[33]

اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔[13]

تینوں آیات کریمہ میں آپ کی بعت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے۔ کہ وہ دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرے گا۔ جس کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ دین بر سر اقتدار ہو۔ سورۃ الشوریٰ میں رسول اللہ اور پوری امت مسلمہ کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ وہ دین کو قائم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِه نُوْحًا وَّالَّذِیٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۚ اَللّٰهُ يَجْتَبِیٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[14]

اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اُس نے نوحؑ کو دیا تھا، اور جسے (اے محمدﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اِس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اِس دین کو اور اُس میں متفرق نہ ہو جاؤ یہی بات اِن مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف اے محمدؐ تم انہیں دعوت دے رہے ہو اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

ائمہ لغت کی تحقیق روشنی میں اقامت دین سے مراد دین کو قائم کرنا، نافذ کرنا، جاری کرنا، مضبوط و مستحکم کرنا اور درج وشہرت دنیا یعنی اس کو غالب کرنا ہے۔

فریضہ اقامت دین کی آدائیگی اور غلبہ دین کے لئے تعلیم و تبلیغ اور تزکیہ وارشاد کی کوششوں کے ساتھ اسلامی ریاست کے قیام اور حصول اقتدار کی کوشش کرنا بھی فرائض نبوت میں شامل ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعلیم وتربیت میں آغاز ہی سے سیاسی تصور بھی موجود تھا اور آغاز ہی سے سیاسی آثرات پیدا کرنے کی تدابیر بھی آپ نے اختیار فرمائی تھیں۔ اپنی تعلیمات و تدابیر کی روشنی میں مدینے کی ریاست آپ کی قیادت میں قائم ہوئی تھی۔(15)

اس وقت ایک المیہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے سامنے اقامت دین کی ضرورت کا اظہار کیا جاتا ہے توہر خاص وعام کی زبان سے یہی بات نکلتی ہے کہ "دین تو قائم ہے پھر دین قائم کرنے کے کیا معنی" دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں مسجدیں قائم ہیں۔ ان مسجدوں میں امام اور موذن بڑی بڑی تنخواہوں پر موجود ہیں آذان کی صدائیں پانچ وقت گونجتی رہتی ہیں۔ نماز باجماعت کا ہر وقت اہتمام ہوتا رہتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں روزون کے اہتمام کے ساتھ ساتھ نماز تراویح بھی خوش الحان قاریوں کے پیچھے ادا کی جاتی ہیں۔ عیدیں کی نمازیں پڑھنے کے لئے مسلمان اس کثرت سے جاتے ہیں کہ عید گاہوں میں جگہ کم پڑجاتی ہے۔ جگہ جگہ میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ علمائے کرام کے وعظ اور پرجوش تقریریں ہر وقت سننے کو ملتی ہیں۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد خیرات وصدقات کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی دینداری کا معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوجاتا بلکہ ہر سال ہزاروں لاکھوں مسلمان حج اور عمرہ پر بھی جاتے ہیں۔

آج کل مسلمان اپنی خیالات وتصورات کی بھول بھلیوں میں پھنس کر "اقامت دین" کی جدوجہد سے یکسر بے نیاز ہورہے ہیں وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ سوچنا گوارا نہیں کرتے کہ کیا انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اگلے مسلمانوں کے اسلام کے خدوخال بھی ایسے ہی تھے۔ جیسے آج ان کے ہیں۔ کیا ان کے مسجدوں میں بھی

بیش قیمت جھاڑ وفانوس لٹکے ہوئے تھے کیا ان کے عبادت گاہوں میں بھی اعلیٰ درجے کے قالین بھی ہوتی تھیں۔ کیا آج ہی کے مسلمانوں کی طرح وہ بھی سودی قرض لے کر عیدیں منایا کرتے تھے ؟ کیا ان کے نوجوان بھی ہارمونیم اور ڈھولک بجانے کے شوقین تھے۔

کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں نہیں فرمایا تھا کہ خدا کی قسم اگر مسلمان اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی دینے سے بھی انکار کردیں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا؟

کیا امام حسینؓ نے اپنی اوراپنے نونہالوں کی گردنیں نہیں کٹوادی تھیں کہ ایک فاسق وفاجر کا اقتدار اقامت دین کی راہ میں مضر تھا؟ کیا اس وقت کوئی مسلمان سینما کا ڈائریکٹر تھا؟ کیا کوئی مسلمان کہلانے والی عورت طوائف یا ایکٹرس تھی ؟ کیا مسلمان شراب خانوں اور فحاشی اور عریانی کے اڈوں کی رونقیں بنتی تھیں ؟ کیا اسلام ہی کے نام پر اسلام کی جڑ کاٹنے والے خیالات وعقائید کی پیروی کیا کرتے تھے۔ کیا حضور اوران کے جان نثاروں نے طاغوتی طاقتوں کی فرمان روائی کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت کیا تھا؟(16)۔

جب کسی ملک میں اسلام کا دائرہ چند انفرادی عبادات اور معاشرتی مراسم کی آدائیگی تک محدود رہ گیا ہو، جب اسلام غالب تظام کی حیثیت سے قائم ونافذ نہ ہو تو ہر مسلمان کی جدوجہد اور مساعی کا اصل ہدف "اقامت دین" ہونا چاہیے اس کے لئے محنتیں کرنا، جان ومال کھپادینا، سر دھڑ کی بازی لگادینا عین تقاضا ایمان اور نجات اخروی کا لازمی جزہے(17)۔

سید مودودیؒ کے مطابق:" جب ہم اقامت دین کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے گھر مسجد کالج اور منڈی تھانے اور چھاؤنی عدالتوں اور پارلیمنٹ سب جگہ خدا کا دین قائم کیا جائے "18

خلاصہ:

احمد تقی الدین ابن تیمیہ کا زمانہ مسلم ریاستوں میں افراتفری کا دور تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے ریاست و معاشرہ کے آغاز کے بارے میں نظریات پیش کرنے کے بجائے اپنی توجہ اپنے زمانے کے حالات پر مرکوز کی اس وقت کی مناسبت سے آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سیاست کے رہنما اصول مرتب کرنے کی کوشش کی ان کے افکار ان کی تصانیف السیاسۃ الشرعیہ، منہاج السنۃ اور الامامۃ والسیاسۃ میں وضاحت کے ساتھ مو جود ہیں امام ابن تیمیہ اگرچہ انسانی مساوات کے علمبردار ہیں تاہم آپ نے انہیں صلاحیتوں کے لحاظ سے اور دین میں بصیرت کے حوالے سے چار درجوں میں تقسیم کیا ہے

ا۔ غلبے کے خواہاں ملوک ورؤساء

۲۔فساد کے خواہاں جرائم پیشہ افراد

۳۔اہل مذہب برتری کے خواہاں

۴۔اہل جنت یعنی افضل و برتر گروہ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ[19]

وہ آخرت کا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔

گویا آپ نے عاجزی و انکساری سے مزین نیکو کار سادہ لوگوں کو مملکت کے مثالی اور قابل تقلید شہری قرار دیا ہے آپ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انسانی معاشرے کی تعمیر و اصلاح صرف احکام شرعیہ کی تنفیذ کے ذریعے ممکن ہے آپ نے اجتماعی معاملات کی تنظیم کاری کو سیاست کا نام دیا ہے اور اسے اقامت دین اور قرب الٰہی کے ذریعے ضروری قرار دیا ہے وہ دین و سیاست میں تفریق کو نہیں مانتے آپ نے السیاسۃ الشرعیۃ میں واضح کیا ہے کہ معاشرتی تنظیم و اجتماع کی عدم موجودگی میں انسانی حاجات کی تکمیل نہیں ہو پاتی لہٰذا امام ان تیمیہ نے امامت کے قیام کو امت کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ اجتماعی نظم و ضبط، خیر صلاح، عدل و انصاف اور عبادت کی منظم ادائیگی اسی صورت میں ممکن ہے جب امت ایک امام کے تحت ریاست منظم کرے اس لئے یہ دین کا لازمی حصہ ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض پورا کرنے کے لئے تو اس کے بغیر چارہ نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب کیا ہے جو کہ قوت و امارت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا اور اسی طرح سارے واجبات یعنی جہاد و قتال، عدل و انصاف کا قیام مظلوموں کی مدد اور حدود و تعزیرات کا نظام سب کچھ قوت و امارت کے بغیر ممکن نہیں۔ امام ابن تیمیہ ایک طرف اگر امامت کے قیام کو امت کے لئے ضروری قرار دیا ہے تو دوسری طرف آپ نے امام کے انتخاب کا طریقہ کار اور خلیفہ کے اوصاف کی فہرست بھی پیش کی ہے اس سلسلے میں آپ نے خلفائے راشدین کے عہد کو بطور مثال پیش کر کے مسلمان حکمرانوں کو انہیں جیسا بننے اور ان کی پیروی کرنے کا مشورہ دیا ہے انہوں نے امام کی تقرر کو من جانب اللہ اور مسلمانوں کے لئے اس کی اطاعت کو اولی الامر کی حیثیت سے لازم قرار دیا ہے نیز آپ نے اختیارات حکومت کو امام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت قرار دیا ہے گویا آپ نے امت مسلمہ کی ضرورت کے پیش نظر نہ صرف ایک صاحب قوت و امارت خلیفہ کے انتخاب پر زور دیا ہے بلکہ آپ نے امام کو عمال کے تقرر میں افراد کی اہلیت پرکھنے کی تاکید بھی کی ہے اور ایسے لوگوں کو عہدے نہ دینے کی سفارش کی ہے جو عہدوں کے خواہش مند اور جستجو رکھتے ہوں[20]۔

سید مودودی لکھتے ہیں:" قرآن حکیم میں انسانی زندگی کے ہر پروگرام کو متعارف کرایا گیا ہے اس پروگرام کے بیشتر حصے پر عملدرآمد اس صورت میں ہو گا جب تمام سیاسی معاشی نظام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو"[21]

امام الماوردی (۹۷۴۔۔۔۱۰۵۸) نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں قرآن و سنت سے استدلال ،صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال سے حجت اور غیر مسلمون کی تاریخی حقائق سے مثالین لے کر ایک جامع دستاویز مرتب کی ہے جو کہ ایک مثالی اسلامی حکومت کا نقشہ پیش کرتی ہے اس کتاب میں الماوردی خلافت یا امامت (حکومت) کا قیام اجتماع انسانی کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خلافت نبی کریم ﷺ کی جانشینی کا نام ہے اس کا قیام دین کی حفاظت کے لئے ضروری ہے اور دنیاوی انتظام ٹھیک کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے[(22)]۔

امام غزالیؒ ۱۰۵۸۔۱۱۱۱) کے خیال میں اجتماع انسانی کو تنازعات سے بچانے اور خون خرابے سے محفوظ رکھنے کے لئے امامت ضروری ہے اور امامت کے وجوب سے انکار اس کے فوائد اور دنیا کے مسائیل کے حل کے حوالے سے ممکن نہیں ہے[(23)]۔

ان تمام باتوں کے مطالعہ کے بعد یہ تصور ذہن میں ابھرتا ہے کہ شریعت کے دامن میں کتنا عادلانہ اور کتنا حکیمانہ اور کتنا متوازن نظام موجود ہے اگر اس نظام کو پوری جامعیت کے ساتھ نافذ کر دیا جائے تو معاشرے سے رنجشیں ختم ہو جائیں گی۔ امیری اور غریبی کا فرق دور ہو گا، طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہو گا حسد، فساد اور نفرت کی جگہ اخوت بھائی چارگی، محبت، ہمدردی اور مساوات کے جذبات پروان چڑھین گی پورا معاشرہ جنت کا نمونہ بن جائے گا۔ دین اسلام اور حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے ہی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا میں حضورؐ کی رحمۃ للعالمین کا سب سے بڑا مظہر بھی ہے اگر اس نظام کو زندگی کے تمام شعبوں میں قائم اور نافذ کیا جائے تو اسی میں ہمارے تمام مسائیل کا حل موجود ہے اسی نظام کے قیام میں ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہے اور اسی کے نتیجے میں ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت ورحمت کے حق دار بن سکتے ہیں۔

---

1. مصادر و مراجع

نفاذ شریعت نمبر، جنوری، اپریل 1991ء ص 274

حکمت قرآن اکتوبر تا دسمبر 2011ء، ص 3۔

سید مودودی۔ تصریحات۔ مرتب سلیم منصور اسلامک پبلی کشینز س۔ ن ص277-258

سید مودودی۔ تصریحات۔ مرتب سلیم منصور اسلامک پبلی کشینز س۔ ن ص277-258۔[4]

الکھف:18، 77

اصلاحی، صدرالدین، مولانا، فریضہ اقامت دین، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، 1981ص 11۔

سُمیہ طفیل، پروفیسر، راہ نجات، سُمیہ طفیل c-6 منصورہ لاہور نومبر 2014، ص435۔

مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سیرت سرورعالم، جلد اول، ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1978ص370۔

منہاج لاہور، جنوری۔ اپریل 1991ص 270۔

سید مودودی رسائل ومسائل 4/363[10]

اصلاحی، صدرالدین، اساس دین کی تعمیر، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1969ء، ص5

التوبۃ9:33

الفتح48:28

۔الشوریٰ:42، 13

گوہر رحمن، مولانا، اسلامی سیاست، دارالعلوم تفہیم القرآن مردان 1981ء، ص166

شیدا قادری، ڈاکٹر، اقامت دین کی ضرورت، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور، س ن، ص4۔

اسرار احمد، ڈاکٹر، مکتبہ تنظیم اسلامی ماڈل ٹاون لاہور ۱۹۷۸، ص ۳

۔سید مودودی تحریک وکارکن۔ اسلامک پبلی کشینز س ن 49-[18]50

القصص28:83

علوی، مستفیض احمد، ڈاکٹر، ریاست وحکومت کے اسلامی اصول، پورب اکادمی اسلام آباد، جون ۲۰۱۰، ص

سید مودودی تفہیم القرآن/4/487-488۔[21]

ایضاً ص ۱۶۰

ایضاً ص ۱۶۷